انسان کی پیدائش کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور صرف اس کا بندہ بنے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱/اپریل ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کردو۔

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بنو گے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنی سیرت اور اخلاق پر چڑھاؤ۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت اور عبودیت کے لئے پیدا کیا۔

☆ شیطان تمہاری نیکیوں کو تمہاری ہلاکت کا باعث نہ بنا دے۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے یہ قرآنی آیات پڑھیں۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَo وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(الذّٰريٰت: ۵۶ تا ۵۷)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَo حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِo (البينة: ۶)

اس کے بعد فرمایا:۔

سورۂ ذاریات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرچہ نصیحت اور یاددہانی سے وہی لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان کے قبول کرنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا کرے لیکن پھر بھی تم تمام بنی نوع انسان کو نصیحت کرتے چلے جاؤ۔ انہیں یہ بات سمجھاتے چلے جاؤ کہ انسان کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور انسان صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بنے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیا مفہوم ہے؟ یعنی یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ چونکہ پیدائش انسانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے تا کہ مقصدِ حیات حاصل ہو اس آیۂ کریمہ میں ’’عبادت‘‘ کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اللہ کے نزدیک اور شریعت اسلامیہ کی رو سے اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے سورۂ بیّنہ میں فرمایا کہ انہیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ دین کو محض اور محض اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس فقرہ یعنی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں اللہ تعالیٰ نے عبادت کے اس مفہوم پر روشنی ڈالی ہے جو خدا تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے کہ انسان کی پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ لغت کی رُو سے الدِّيْنُ مختلف معانی

میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے میرے خیال میں مندرجہ ذیل گیارہ معانی یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔

دین کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ ”عبادت کرنا“ اَلدِّیْنُ الْعِبَادَۃُ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جب یہ کہا کہ انسان اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت اور پرستش صرف اور صرف اللہ کے لئے ہو اور اللہ ہی کی عبودیت اختیار کی جائے۔ انسان اپنی جہالت اور گمراہی کے نتیجہ میں بسا اوقات اپنی پرستش میں غیر اللہ کو شامل کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی یہ عبادت بعض دفعہ ظاہری ہوتی ہے۔ بعض دفعہ خفیہ اور باطنی ہوتی ہے مثلاً بعض لوگ انسان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں اس کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں اور منتیں ماننے لگ جاتے ہیں یا بے جان مخلوق کی پرستش شروع کر دیتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ اس مخلوق کو خوش کر کے یا ان کی وساطت سے اللہ خالق ہر دو جہان کو خوش کر کے کوئی فائدہ اُٹھالیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہر قسم کی عبادات صرف میری ہی کی جائیں اور میرے غیر کو عبادت اور پرستش میں شریک نہ کیا جائے یعنی توحید خالص ہو۔

(۱) خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے (خواہ بت ہو یا انسان، سورج ہو یا چاند یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکروفریب (ہو) منزہ سمجھنا۔

(۲) ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر ربّ اور فیض رساں نظر آتے ہیں یہ اس کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔

دین کے دوسرے چسپاں ہونے والے معنی کی رُو سے مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کو صرف اللہ کے لئے خالص کر دو کیونکہ اَلدِّیْنَ کا لفظ اَلطَّاعَةَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ صرف عبادات ہی کو اللہ کے لئے خالص نہیں کرنا بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کو بھی اللہ کے لئے خالص کر دینا ہے یعنی محبت و اطاعت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا اور اسی میں کھوئے جانا۔

یہ بہت وسیع مضمون ہے اگر ہم اپنی زندگیوں کا محاسبہ کریں تو ہمیں اپنی زندگی میں بھی بہت سے واقعات ایسے نظر آئیں گے جب ہم نے اللہ کی اس خالص اطاعت کا حق ادا نہیں کیا ہوگا۔ مثلاً ہم قانون کی اطاعت اس نیت سے نہیں کر رہے ہوں گے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قانونِ وقت کی اطاعت کرو بلکہ

اس لئے کر رہے ہوں گے کہ اگر ہم نے قانونِ وقت کی اطاعت نہ کی تو ہمیں مصیبت میں پڑنا پڑے گا یعنی دنیا کی مصیبت سے بچنے کیلئے وہ اطاعت ہے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے وہ اطاعت نہیں تو نیت کی بیماری اور نیت کی کمزوری اور نیت کی جہالت ہمیں اپنی زندگی میں بھی نظر آتی ہے اور بُرے ماحول میں تو یہ چیز بڑی کثرت سے نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جس عبادتِ خالصہ کے لئے تمہیں پیدا کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کو خالصۃً اللہ کے لئے کرو اور اَرْبَابٌ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی اطاعت نہ کرو۔ اس طرح پر ایک تو انسان ہر قسم کی غلامی سے بچا لیا گیا اور اس کی ہر قسم کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے اور دینی و دنیوی انعامات کے حصول کے لئے ایک ہی کی غلامی کو کافی سمجھا گیا (جَلَّ شَانُہٗ وَ عَزَّاِسْمُہٗ) اور اس میں یہ فرمایا گیا ہے اور یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جس بندگی اور عبادت کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم صرف اور صرف اللہ کے غلام اور بندے بنو کسی اور کی اطاعت نہ ہو۔ کسی اور کے لئے اطاعت نہ ہو کسی انسان کو خوش کرنے کے لئے فرمانبرداری کا اظہار نہ ہو ہر قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی بیرونی دباؤ کے نتیجہ میں نہ ہو مثلاً جس وقت بچہ اپنے بالغ شعور کو نہیں پہنچتا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس عمر میں اس پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر بچہ دس سال کا ہو جائے تو اس پر دباؤ ڈال کر اس سے نماز پڑھوانی چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ نماز پڑھانے کے لئے بیرونی دباؤ کی اجازت دی گئی ہے غلط ہے کیونکہ دس سال کے بچے کو تو کوئی بالغ شعور ہی نہیں ہوتا وہ اللہ کے حضور عاجزانہ دعا کے لئے علی وجہ البصیرت جھکنے کی بلوغت کو ابھی نہیں پہنچا ہوتا جس کا مطلب یہ ہوا کہ دس سال کے بچے کو تو ہم نے اس پر دباؤ ڈال کر نماز پڑھوانی ہے اور دس سال کی عمر سے لے کر بلوغت صلوٰۃ کی عمر تک جو درمیانی عرصہ ہے اس میں اسے وہ تعلیم اسلامی اور صحیح تربیت دینی ہے کہ اس کے دل میں نماز کی محبت اور شوق پیدا ہو اور دلی شوق سے وہ نماز پڑھنے لگے۔ اس لئے نہیں کہ اس کے باپ نے دس سال کی عمر میں اسے زبردستی نماز پڑھائی تھی بلکہ اس لئے کہ وہ اس یقین پر قائم ہو چکا ہوگا کہ نماز کے بغیر، صلوٰۃ کے بغیر عاجزانہ گریہ وزاری کے ساتھ خدا کے حضور جھکنے اور اسی سے ہر شے طلب کرنے کے بغیر میری زندگی زندگی نہیں۔ اگر ہم یہ روح جو نماز کی ہے اور دعا

کی ہے اپنے بچے کے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں یا کامیاب نہ ہوں تو ہمیں یہ نظارہ نظر آئے گا کہ ایک تو وہ بچہ ہے جسے دس سال کی عمر میں بوجہ شعور، علم اور ذہنی ارتقاء کے فقدان کے ہم زبردستی نماز پڑھاتے ہیں لیکن جس وقت وہ بالغ ہوتا ہے تو بعض دفعہ روحانی رفعتوں کے حصول کے میدان میں وہ اپنے باپ سے بھی مقابلہ کر رہا ہوتا ہے اور اپنے عاجزانہ مجاہدہ کو اپنے باپ سے بھی بڑھانے کی کوشش کرتا ہے یعنی ایک قسم کا روحانی مقابلہ سا شروع ہو جاتا ہے تو وہی بچہ جس پر دس سال کی عمر میں نماز کے لئے دباؤ ڈالا گیا تھا وہ ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہو کر خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھکتا اور اس سے دعائیں مانگتا ہے لیکن مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا ایک وہ بچہ بھی ہے کہ دس سال کی عمر میں ہم نے اس پر دباؤ ڈالا اور نماز پڑھائی لیکن خدا تعالیٰ نے صحیح تربیت کی ذمہ داری جو ہم پر عائد کی تھی وہ ذمہ داری ہم نے پوری نہیں کی وہ دباؤ کے نیچے نماز پڑھتا رہا اور کسی موقع پر بھی ہم نے اس کو یہ نہیں سمجھایا یا اسے سمجھانے میں کامیاب نہیں ہوئے کہ دعا میں ہی انسان کی ساری زندگی ہے اور اگر انسان ہر وقت دعا اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے تبھی وہ دینی و دنیوی نعمتوں کا وارث بنتا ہے چونکہ ہم نے اس کی اس رنگ میں تربیت نہیں کی اس لئے جس وقت وہ بالغ ہوتا ہے اور اس دباؤ سے آزاد ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو مسجد سے بھی آزاد سمجھ لیتا ہے پھر وہ نماز کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا۔ ماں باپ کہتے ہیں کہ ہم بڑے بدقسمت ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس بدقسمتی کا چشمہ تو تمہاری اپنی غلط تربیت سے پھوٹا اور تم نے یہ سمجھ لیا کہ صرف دباؤ ڈالنا ہی کافی ہے اور یہ نہیں سمجھا کہ دباؤ ڈالنے سے تمہارا مقصد یہ تھا کہ ایک نیم شعوری سی عادت پڑ جائے اور تمہیں ایک موقع دیا گیا تھا کہ تم اپنے بچے کی صحیح رنگ میں تربیت کر کے صحیح شوق پیدا کرو گے کہ وہ نمازیں ادا کرنے لگ جائے لیکن تم نے وہ موقع ہاتھ سے کھو دیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی کے لئے اطاعت کو اور فرمانبرداری کو خالص رکھنا۔ کسی قسم کے دباؤ کے نتیجہ میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرنی کیونکہ اس صورت میں تو وہ غیر تمہیں اگر اس کی طاقت ہو اس فرمانبرداری کی جزا دے گا جس کے ڈر سے یا جس کو خوش کرنے کے لئے تم نے ظاہرۃً اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی لیکن اس وجود میں یہ طاقت نہیں تمہارا فعل بے نتیجہ نکلے گا اور تمہیں کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا۔

اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان

فرمایا ہے کہ بہت سی غیر اللہ کی اطاعتیں ہمیں ایسی بھی نظر آتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ مثلاً خدا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو گے تو میرے محبوب بنو گے آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے تو میرے محبوب بنو گے۔ آپ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں میں قائم کرو گے آپ کا رنگ اپنے اوپر چڑھاؤ گے تو میرے محبوب بنو گے ایسی اطاعتیں جو بظاہر ایک اور رنگ رکھتی ہیں وہ بھی دینی جامہ پہن لیں گی اگر تم اس اطاعت کو اس لئے کرو کہ اللہ کہتا ہے اطاعت کی جائے اور جہاں اللہ نہ کہتا ہو وہاں اطاعت نہ کرو مثلاً خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ماں باپ کی اطاعت کرنی ہے ان کا ادب واحترام کرنا ہے۔ یہ خدا کا حکم ہے لیکن جو شخص خدا کے حکم کے نتیجہ میں ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے اور اس اطاعت اور فرمانبرداری اور اس ادب واحترام کے پیچھے یہ روح کام نہیں کر رہی ہوتی کہ میرا باپ مجھے مال دے گا یا ورثہ میں شاید مجھے دوسرے بھائیوں سے زیادہ حق دے دے بلکہ روح یہ ہوتی ہے کہ میرا ربّ کہتا ہے کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت کرو، ادب واحترام کرو اس لئے میں اطاعت کر رہا ہوں تو پھر اس کو ثواب ملے گا۔ بعض جاہل ماں باپ اس سلسلہ میں اپنی اولاد کو امتحان میں بھی ڈالتے ہیں کہتے ہیں شرک کرو۔ خدا کہتا ہے کہ اگر ماں باپ کہیں کہ شرک کرو تو شرک نہیں کرنا ایسی اطاعت نہیں کرنی ان کے ساتھ نرمی، محبت اور پیار کا سلوک کرنا ہے۔ ادب واحترام کرنا ہے لیکن ماں باپ کے کسی ایسے حکم کی اطاعت نہیں کرنی جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو اور اس کی ناراضگی مول لینے والا ہو۔

پس مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں اگر ''اَلدِّيْنُ'' کے معنی اطاعت کے کئے جائیں تو اس کا مفہوم یہ نکلے گا کہ ہم نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کرے۔ اللہ اور اس کے بندوں کی اطاعت و فرمانبرداری صرف اس لئے ہو کہ اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ کی فرمانبرداری اس لئے نہ ہو کہ دنیا ہمیں بڑا بزرگ سمجھے گی اور بندے کی فرمانبرداری اس لئے ہو کہ خدا کہتا ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگر وہ قادر وتوانا کہتا ہے کہ ان کی فرمانبرداری نہ کرو تو نہیں کریں گے۔ ماں باپ کی بھی اطاعت نہیں کریں گے اگر وہ معروف کا حکم نہ دیں اگر وہ شرک کی طرف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اسی کے لئے ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کے ایک معنی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں ہمیں یہ بتائے گئے ہیں کہ اللہ کے اخلاق کا رنگ اپنے پر چڑھاؤ کیونکہ دین کے معنی سیرت کے ہیں تو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے معنی ہوں گے کہ اپنی صفات پر صفات باری کا رنگ چڑھاؤ اور ان کے اظہار کو محض اللہ کے

لئے اسی کی سیرت میں اور اسی کی صفات سے رنگین ہو کر کرو۔ گویا اس میں ’’تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ‘‘ کا مفہوم ہے کہ اللہ کے اخلاق اور اس کی صفات کا رنگ اپنی سیرت اور اخلاق پر چڑھاؤ۔ مثلاً اگر تم اپنے اخلاق پر مغربیت کا رنگ چڑھاؤ گے، اگر تم اپنے نفس پر اسراف کرنے والوں کا رنگ چڑھاؤ گے۔ اگر تم اپنے نفس پر بخل کرنے والوں کا رنگ چڑھاؤ گے تو پھر تم خدا کی خالص عبادت کرنے والے نہیں۔ تمہارا تعلق محبت ان لوگوں سے ہے جن کے رنگ میں تم رنگین ہونا چاہتے ہو۔ اگر تمہارے دل میں اللہ کی خالص محبت اور عبودیت ہو تو پھر تو تم اسی کی نقل کرو گے، اسی کے اخلاق کو اپناؤ گے اگر انسان اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرلے تو اس کا ہمارے معاشرہ میں اتنا حسین نتیجہ نکلتا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں یہ بھی بڑا ہی وسیع مضمون ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رزاق ہے تو جس رنگ میں اللہ تعالیٰ رزاق ہے اسی رنگ میں انسان کو جس حد تک خدا تعالیٰ نے اسے توفیق دی ہے رزاق بننا چاہئے۔ اب اللہ تعالیٰ رزاق ہے ابو جہل کو بھی رزق دے رہا تھا اس کو بھوکا نہیں مارا بلکہ ایک وقت میں مسلمانوں کو بھوک کے امتحان میں سے گزارا اور ان پر سختیاں آئیں مگر ان لوگوں کو اس زمانہ میں اس امتحان میں نہیں ڈالا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا انتقام لیا اس وقت مکہ والوں کو قحط کے امتحان میں ڈالا اور مومن اور کافر میں ایک امتیاز پیدا کیا کہ جب ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کو طاقت ملی انہوں نے مسلمانوں کو بھوکا رکھا اور ان کے لئے قحط کے آثار پیدا کئے۔ لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو طاقت ملی آپ کسی کو بھوکا نہیں رکھ سکتے تھے کیونکہ یہ بات خدا تعالیٰ کی سنت اور اس کے اخلاق اور صفات کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان کے اخلاق ظاہر ہونے چاہئیں کہ واقعہ میں میری صفات سے متصف اور میرے ہم رنگ بن رہے ہیں۔ خدا نے مکہ والوں کے لئے آسمانی حوادث کے نتیجے میں قحط کے سامان پیدا کئے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مکہ والوں کے لئے رزق کے سامان پیدا کئے۔

پھر ہم مثلاً جزا دیتے ہیں، بدلہ دیتے یا سزا دیتے ہیں جزا سزا دونوں اکٹھے چلتے ہیں بعض دفعہ ہمیں گھر میں بچوں کو سزا دینی پڑتی ہے، کان کھینچنے پڑتے ہیں جو مُنصف ہوں ان کو اپنے عہدے کی وجہ سے کسی نتیجہ پر پہنچ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے، سزا دینی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری صفت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جس رنگ میں اس دنیا میں ظاہر ہو رہی ہے وہی رنگ اپنے اندر پیدا کرو۔ جب تمہیں مالک بننے کی توفیق یا موقع ملے تو اس وقت اس بات کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑی وضاحت

سے فرمایا ہے کہ ہم تو عذاب اس لئے دیتے ہیں کہ یہ شیطان سے اپنا تعلق توڑ دیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کریں اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے وارث بنیں۔ یعنی عذاب کا مقصد ہی رحمت کے حصول کا امکان پیدا کرنا ہوتا ہے۔ پس غصے سے کسی کو سزا نہیں دینی چاہئے بعض دفعہ یہاں سکول ماسٹروں کو بھی بڑی سختی سے سمجھانا پڑتا ہے کہ بچوں کو سزا دیتے وقت غصے کا اظہار نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے ربّ کی صفت کے مطابق اصلاح کا خیال رکھا جائے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے تم پر بڑا ہی ظلم کیا ہو خواہ ظلم کی انتہا ہی کیوں نہ ہو گئی ہو اگر تم یہ دیکھو کہ معاف کرنے میں اس کی اصلاح ہے تو تم اسے معاف کر دو۔ اپنے سارے احساسات اور جذبات کو خدا کے لئے قربان کر کے اس کی صفات کا رنگ اپنے پر چڑھاؤ۔

پس یہ ایک وسیع مضمون ہے جو ہماری کتب میں بیان ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جب میں نے یہ کہا کہ میں نے انسان کو اپنی عبادت اور عبودیت کے لئے پیدا کیا ہے تو میرا یہ مطلب بھی ہے کہ انسان میری صفات کا رنگ اپنی صفات پر چڑھائے اور میری نقل کرے غیر اللہ کی نقل نہ کرے میری نقل میں اپنی بھلائی سمجھے اور پائے، میرے غیر کی نقل میں کوئی بھلائی نہ دیکھے اور نہ پائے، نہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اب دیکھو! اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا میں کتنا فسادِ عظیم پیدا ہو گیا۔ اس وقت دنیا میں بعض ایسی قومیں پائی جاتی ہیں جو دنیوی لحاظ سے ترقی یافتہ ہیں۔ انہوں نے اپنی ساری کوششیں دنیا کیلئے وقف کر دیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس دنیا سے انہیں حصہ دے دیا اور ساتھ ہی یہ تنبیہہ کر دی کہ اُخروی زندگی میں تمہیں کوئی انعام نہیں ملے گا۔ ان تمام ترقیات کے ساتھ ان کے اخلاق کے بعض پہلو نہایت بھیانک ہیں بہت سی دوسری قومیں جو ترقی یافتہ نہیں وہ بسا اوقات ان دنیوی لحاظ سے ترقی یافتہ اقوام کی خوبیوں کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتیں جتنی ان کی بداخلاقیوں بداعمالیوں اور بدعادات کی نقل کرنے کی طرف توجہ دیتی ہیں حالانکہ دنیا میں ہمیں کوئی ایسا وجود نظر نہیں آتا جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ اگر ہم کُلّی طور پر اس کی نقل کریں گے اور اس کی عادات کو اپنی عادت بنانے کی کوشش کریں گے اس کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کریں گے اس کے اخلاق کا اپنے اخلاق پر رنگ چڑھائیں گے تو ہر پہلو سے ہم دین و دنیا کی حسنات حاصل کریں

گے۔سوائے اس ہستی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جو انسانوں میں پیدا تو ہوئی لیکن جس کا اپنا وجود کلیۃً اور کاملۃً فنا ہو گیا اور جس پر ہر زاویۂ نگاہ سے ہمیں خدا کا رنگ ہی نظر آیا اور جس کے ہر مسام سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے نور کی کرنیں ہی پھوٹتی ہوئی نظر آئیں۔آپ کی نقل کرنا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنانا دراصل اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانا ہے کیونکہ آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظاہرہ کرنے میں گزری۔جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ ایک بڑا وسیع مضمون ہے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی جن صفات کا ذکر ہوا ہے ان کو سامنے رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ آپ کی ذات بہترین اُسوہ ہے تو جب ہمیں یہ کہا گیا کہ اگر میرا پیار حاصل کرنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرو تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ اگر میرا پیار حاصل کرنا ہے تو میرے اخلاق کا رنگ اپنے اندر پیدا کرو کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود سے فانی اور خدا میں ایسے گُم تھے کہ آپ کی زندگی میں انسان کو صرف اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے جلوے نظر آتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب یہ حکم دیا تو ساتھ اس بات کا بھی اعلان کر دیا کہ میں نے انسان کو یہ طاقت اور استعداد دی ہے کہ وہ میرے اخلاق اپنے نفس میں پیدا کر سکے کیونکہ اگر اُس کو یہ طاقت اور استعداد بخشی نہ جاتی تو اس سے مطالبہ بھی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان! میں نے تجھے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور اس عبادت کے سب تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے جن قوتوں اور استعدادوں کی ضرورتیں تھیں وہ میں نے تجھے عطا کیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور میں تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ عبادت کا حق پورا نہیں ہوگا جب تک مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ہو کر میری عبادت نہیں کرو گے اور دین کے ایک معنی وَرع کے ہیں کہ سب نیکیاں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے کی جانی چاہئیں۔شیطان بہت سے نیک اعمال کرنے والوں کے دلوں میں بھی ریا وغیرہ بہت ساری بُری باتیں پیدا کر دیتا ہے (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) تو فرمایا کہ تمہیں میری راہ میں نیک اعمال بجالاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا کہ شیطان تمہاری نیکیاں تمہاری ہلاکت کا باعث نہ بنا دے۔تکبر، ریا، خود پسندی اور دوسرے کی تحقیر اور تذلیل کرنے کی عادت وغیرہ بہت سے چور دروازے ہیں جن سے شیطان داخل ہوتا اور انسان کی نیکیوں کو کھا جاتا اور انہیں تباہ کر دیتا ہے تو فرمایا نیک اعمال بجالاؤ کیونکہ اس کے بغیر میری عبادت کا حق

ادا نہیں ہوتا اور اس کے بغیر تمہاری روحانی ترقیات کے سامان بھی پیدا نہیں ہو سکتے لیکن اپنی نیکیوں کی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ہو کر حفاظت کرو ہم نے صرف اس کے لئے نیکیاں کرنی ہیں دکھاوے کے لئے نہیں کرنیں۔ ریا نہیں ہوگا تکبر نہیں ہوگا۔ دوسرے کو ذلیل کرنے کا کوئی تصور یا خیال دماغ میں نہیں ہوگا وغیرہ شیطان جن چور دروازوں سے داخل ہوتا اور نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے ان سارے چور دروازوں کو بند کر کے خالصۃً نیک اعمال بجالانے سے عبادت کا حق ادا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

میرے ذہن میں جو مضمون آیا ہے یہ اس کی تمہید تھی جو ابھی ختم نہیں ہوئی کیونکہ بیماری کا ابھی تک میری طبیعت پر اثر ہے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ کے خطبہ میں اس مضمون کو پورا کردوں گا اور پھر اس تمہید کے بعد اس سلسلہ کی دوسری چیزوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بیان کرنے اور آپ کو سمجھنے اور مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸/جون ۱۹۶۹ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆